# سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ

| | | |
|---|---|---|
| سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ ۱۴ مَكِّيَّةٌ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ | اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۷ |
| سورۂ ابراہیم مکہ میں اتری اور اس کی | شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے | باون آیتیں ہیں اور سات رکوع ہیں۔ |

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الٓر یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف اُن کے رب کے حکم سے ف۱ رستہ[1]

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ

پر[2] اُس زبردست خوبیوں والے اللہ کے جس کا ہے جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں ف۲ اور مصیبت ہے

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۙ۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ

کافروں کو ایک سخت عذاب سے ف۳ جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۳ وَ

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور تلاش کرتے ہیں اُس میں کجی[3] وہ راستہ بھول کر جا پڑے ہیں دور ف۴ اور

مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ

کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ اُن کو سمجھائے ف۵ پھر راستہ بھلاتا[4] ہے اللہ جس کو چاہے

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۴

اور راستہ دکھلا[5] دیتا ہے جس کو چاہے اور وہی ہے زبردست حکمتوں والا ف۶

(۱) **قرآن کی عظمتِ شان** یعنی اس کتاب کی عظمتِ شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہئے کہ ہم اُس کے اتارنے والے، اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اُس کی اٹھانے والی ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ وارفع ہے جس سے بلند تر کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ وہ یہ کہ خدا کے حکم و توفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار بادشاہ ہوں یا رعایا سب کو جہالت واوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت وبصیرت اور ایمان وایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کیجائے۔

(۲) یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اُس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست وغالب، ستودہ صفات، شہنشاہِ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اُس کے مقام رضا تک پہنچانے والا ہے۔

[1] راہ۔ [2] کی طرف

[3] نکالنا چاہتے ہیں [4] بھٹکاتا ہے۔ [5] دیتا ہے۔

(۳) یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر و شرک اور جہالت و ضلالت کی اندھیری سے نہ نکلے اُن کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یا دنیا میں بھی۔

(۴) **کفار کی دنیا کی محبت اور گمراہی** یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا یہ ہی دنیا ہے آخرت کے مقابلہ میں اسی کو پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں۔ شب و روز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنسا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لئے یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دور جا پڑے ہیں جن کے واپس آنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی۔ تب آنکھیں کھلیں گی۔

(۵) **تمام انبیاء اپنی قوم کی زبان بولتے تھے** یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لئے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی۔ پہلے بھی ہر زمانہ میں سامان ہدایت بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اُسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اُٹھایا جاتا ہے اس لئے اسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی۔ تا احکام الٰہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّتِ دعوت میں گو تمام جن و انس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اٹھائے گئے اس کی زبان عربی تھی اور ترتیب طبعی کے موافق شیوعِ ہدایت کی یہ ہی صورت مقدر تھی کہ آپ کے اولین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات و حقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کر لیں کہ اُن کے ذریعہ سے تمام اقوام عالم اور آنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جا سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں بیحد شغف تھا، قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق و مغرب میں پھیل پڑے اور روم و فارس پر چھا گئے۔ اُس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلام الٰہی کی معرفت اور زبان عربی میں مہارت حاصل کرنے کا پیدا فرما دیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح و تبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گوئے سبقت لے گئے بلکہ عموماً علوم دینیہ و ادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنے والے عجمیوں پر رہ گیا۔ اس طرح خدا کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات سے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ بہرحال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص قوم عرب میں سے اُٹھائے جانے کی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں)، تو اُن ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اُتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی ؟۔

(۶) یعنی تبیین و ہدایت کے سامان مکمل کر دیئے پھر جس نے ان سامانوں سے منتفع ہونا چاہا اُس کی دستگیری فرما کر راہ پر لگا دیا جس نے روگردانی کی اُسے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے۔ چاہے تو سب کو زبردستی راہ ہدایت پر لگا دے۔ لیکن اُسکی حکمت مقتضی ہوئی کہ انسان کو کسب و اختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر رحمت و غضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف اور یاد دلا اُن کو

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا

دن اللہ کے البتہ اس میں نشانیاں ہیں اُس کو جو صبر کرنیوالا ہے شکر گزار ف اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو یاد کرو

نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ

اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی قوم سے وہ پہنچاتے تھے تم کو بُرا عذاب ف۸ اور ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو

ف۷ حق ماننے والا۔

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ

اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو اور اُس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ف۹ اور جب سُنا دیا تمہارے رب نے اگر احسان

شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ

مانوگے تو اور بھی دونگا تم کو ف۱۰ اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے ف۱۱ اور کہا موسٰی نے اگر کفر کروگے تم

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ

اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا ف۱۲ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر اُن لوگوں کی جو پہلے تھے

قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو اُن سے پیچھے ہوئے کسی کو اُنکی خبر نہیں مگر اللہ کو ف۱۳ آئے اُنکے پاس اُن کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ

نشانیاں لے کر پھر[1] لوٹائے[2] انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے مُنہ میں ف۱۴ اور بولے ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہم کو تو شبہ ہے اُس راہ

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۹

میں جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو خلجان میں ڈالنے والا

(۷) **حضرت موسیٰؑ کی آیات** "نشانیاں دیکر" یعنی معجزات دے کر جو "آیات تسعہ" کے نام سے مشہور ہیں، یا آیات تورات مُراد ہوں۔ اور "یاد دلا ان کو دن اللہ کے" یعنی اُن دنوں کے واقعات یاد دلاؤ، جب اُن پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی۔ کیونکہ دونوں قسم کے حالات سننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اِترانا نہیں چاہیئے جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (اعراف رکوع ۱۶)

(۸) مثلاً تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت بیگاریں لیتے تھے۔

(۹) **بنی اسرائیل کی آزمائش** کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولت آزادی سے مالا مال کیا۔ "بلاء" کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ تکلیف اور راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے۔ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً "(الانبیاء رکوع ۳) وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اعراف رکوع ۲۱) چونکہ فرعونیوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں آزمائش انعام سے ہوئی جسے مترجم محققؒ نے بطور حاصل معنی لفظ "مدد" سے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورہ بقرہ اور اعراف میں گذر چکی ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

(۱۰) **شکر سے نعمت بڑھتی ہے** موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرما دیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی جسمانی و روحانی اور دنیوی و اُخروی ہر قسم کی۔

(۱۱) موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک سائل آیا آپ نے ایک کھجور عنایت فرمائی اُس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی، وہ بولا "سبحان اللہ تمرۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] منکر ہوگئے۔ [2] اُلٹے دے لئے۔

وسلم" یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپ نے جاریہ کو حکم دیا کہ اُمّ سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گذار) سائل کو دلوا دے۔

(۱۲) **ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا** یعنی کفران نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اُسے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہرحال اُس کے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جنّ و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جنّ و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں۔ (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی"۔

(۱۳) **پچھلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے** یہ موسٰی علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے۔ یا اُسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اِس اُمت کو خطاب فرمایا ہو بہرحال اُس میں بتلایا کہ جو بے شمار قومیں پہلے گذر چکیں اُن کے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں اُن کے نام لے کر اور بقیہ کو "وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ" میں درج کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ ان اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قومیں پہلے تباہ ہو چکیں اور اُن کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔ (تنبیہ) ابن عباس نے "لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ" کو پڑھ کر فرمایا "كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ" یعنی انساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں) عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا جو معد بن عدنان سے اوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴) **کفار کی انبیاء کے ساتھ بدسلوکی** یعنی کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے "عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ" یا انبیاء کی باتیں سُن کر فرط تعجب سے ہاتھ مُنہ پر رکھ لئے، یا ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر اشارہ کیا کہ بس چُپ رہئے۔ یا ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو، جو آگے آ رہا ہے۔ یا پیغمبر کی باتیں سُن کر ہنستے تھے اور کبھی ہنسی کے دبانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ "اَيْدِيَهُمْ" کی ضمیر کفار کی طرف اور "اَفْوَاهِهِمْ" کی "رُسُل" کی طرف راجع ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑا دئے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رُسُل کی طرف ہوں، یعنی سخت گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر انہیں کے منہ میں ٹھونس دئے ٭
محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اُس کے منہ پر ماری۔ بہرحال کوئی معنی لئے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے نعمتِ ۴
خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی اُن کے ساتھ بڑی بے رخی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ

بولے اُن کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین ف۱۵ وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تم کو کچھ گناہ

ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ

تمہارے ف۱۶ اور ڈھیل دے تم کو ایک وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے ف۱۷ کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم جیسے تم چاہتے ہو کہ

تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ

روک دو ہم کو اُن چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سو لاؤ کوئی سند کھلی ہوئی ف۱۸ اُن کو کہا اُن کے رسولوں نے ہم تو

اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

یہی آدمی ہیں جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے ف۱۹ اور ہمارا کام نہیں کہ لے آئیں تمہارے

٭ بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نعمتیں ہیں یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں مثلاً شرائع الٰہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے انہیں کی طرف لوٹا دیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے ۴

بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى

پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہئے ایمان والوں کو ف۲۰ اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ

ع ۲ ۱۴ اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾

پر اور وہ سمجھا چکا ہم کو ہماری راہیں ف۲۱ اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہئے بھروسے والوں کو ف۲۲

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ

اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دینگے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں ف۲۳ تب حکم بھیجا اُن کو

رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ

اُنکے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے ف۲۴ یہ ملتا ہے اُس کو جو ڈرتا ہے کھڑے ہونے سے

مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ

میرے سامنے اور ڈرتا ہے میرے عذاب کے وعدہ سے ف۲۵ اور فیصلہ لگے مانگنے پیغمبر ف۲۶ اور نامراد ہوا ہر ایک سرکش ضدی ف۲۷ پیچھے اُس کے دوزخ ہے

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ

اور پلائیں گے اُس کو پانی پیپ کا ف۲۸ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اسکو اور گلے سے نہیں اُتار سکتا ف۲۹ اور چلی آتی ہے اُس پر موت ہر طرف سے اور

مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾

وہ نہیں مرتا اور اُس کے پیچھے عذاب ہے سخت ف۳۰

(۱۵) **توحید میں شبہ غیر عقلی ہے** یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو۔ انسانی فطرۃ خدا کی وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پرزوں کو وجود کے سانچہ میں ڈھالنے والا اُبھارنے والا جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہئے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کئے ہوئے ہے اسی لئے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کئے وہ ایک ہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر براجمان ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا منبع الکمالات خدا کا سراغ پالیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنس کر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا چیستاں کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارہ فلکی یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرت صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے۔ کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں (معاذ اللہ) کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو۔

(۱۶) **اہل عالم کو اللہ کی دعوت** یعنی ہم نہیں بلاتے۔ فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے راستہ پر چل کر اس کے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کر لو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و زواجر کے) معاف کر دے گا پھر ایمان لانے کے بعد جیسا عمل کرو گے اُس کے موافق معاملہ ہو گا۔

ل فتح ۔ ۲ ضد کرنیوالا ۔ ۳ جگہ ۔

(۱۷) یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد تباہ کئے جاتے اُس سے محفوظ ہو جاؤ گے اور جتنی مدت دنیا میں رہو گے سکون و اطمینان کی زندگی گذارو گے۔ "یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا" اور "فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً" وغیرہ نصوص کے موافق۔

(۱۸) **رسالت پر کفار کے اعتراضات** یعنی اچھا خدا کی بحث کو چھوڑیے۔ آپ اپنی نسبت کہیں کیا آپ آسمان کے فرشتے ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح آپ کی باتوں پر یقین کر لیں آپ کی خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنا لیں تو خاطر جمع رکھئے یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکٹ دکھلایئے جس کے سامنے خواہی نہ خواہی سب کی گردنیں جھک جائیں۔ اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے موافق معجزات دکھلائیں۔

(۱۹) **انبیاء تمام بشر تھے مگر کامل بشر** یعنی تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن نوع بشر کے افراد میں احوال و مدارج کے اعتبار سے کیا زمین و آسمان کا تفاوت نہیں آخر اتنا تو تم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اُن کی فطری قابلیت اور اعلیٰ ملکات کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اُس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے "مقام نبوت" یا "منصب رسالت" کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال و استبعاد ہے؟ بہرحال دعوئے نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت بشر کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعوے رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر ایک خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔

(۲۰) **اللہ کے حکم کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دکھایا جاسکتا** یعنی اب رہا سند اور سرٹیفکٹ لانے کا قصہ، سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں کما قال "جَآءَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ" جو آدمی ماننا چاہے اُس کے اطمینان کے لئے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں۔ نہ ہماری تصدیق عقلاً اس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے، تم کو دکھلائیگا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دینے سے آتا ہے۔ لہٰذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت و ایذاء رسانی پر تیار ہو گے، تو ہمارا بھروسہ اُسی خدا کی مہربانی اور امداد پر رہیگا۔

(۲۱) یعنی حق تعالیٰ ہم کو جام توحید و عرفان پلا کر حقیقی کامیابی کے راستے بتا چکا۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اس پر توکل نہ کریں۔

(۲۲) **انبیاء کا توکل اور استقامت** یعنی تم خواہ کتنی ہی ایذاء پہنچاؤ، خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔

(۲۳) **رسولوں کو کفار کی دھمکیاں** یعنی اپنے توکل وغیرہ کو رہنے دو، زیادہ بزرگی مت جتاؤ۔ بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہیگی یا تم (بعثت سے پہلے کی طرح) چپ چاپ ہم میں رل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے، ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائے گا۔

(۲۴) **انبیاء سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ** یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لئے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں۔ اور اُن کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کریں گے۔ دیکھ لو کفار مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے مکہ سے نکالنا چاہا، وہ ہی نکلنا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہو اور کافر کا نشان باقی نہ رہے۔

(۲۵) یعنی مذکورہ بالا کامیابی اُن لوگوں کے لئے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک

دن حساب دینے کے لئے اُس کے سامنے کھڑا ہونا ہے جہاں اُس کے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانیوالا نہ ہوگا۔

(۲۶) **اللہ سے انبیاء کی استعانت** یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا "فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِي" الخ لوط علیہ السلام نے کہا "رَبِّ نَجِّنِي وَاَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُوْنَ" شعیب علیہ السلام نے عرض کیا "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ" موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی "رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ" الخ اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں لیکن اس کے آثار کچھ نظر نہیں آتے تو استہزاء و تمسخر سے کہنے لگے "رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ" (صٓ رکوع ۲) اور "اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (انفال۔ رکوع ۴) یہ تو قریش کے مقولے ہیں، قوم نوح نے کہا تھا "فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ" قوم شعیب نے کہا "فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا" وغیر ذٰلک۔ غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔

(۲۷) یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد آئی اور ہر ایک سرکش اور ضدی نامراد ہو کر رہ گیا۔ جو کچھ خیالات پکا رکھے تھے، ایک ہی پکڑ میں کافور ہو گئے نہ وہ رہے نہ اُن کی توقعات رہیں۔ ایک لمحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔

(۲۸) **دوزخیوں کا پانی** یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا، اس کے بعد آگے دوزخ کا بھیانک منظر ہے جہاں شدت تشنگی کے وقت اُن کو پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائیگا۔

(۲۹) یعنی خوشی سے کہاں پی سکیں گے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار کر زبردستی مُنہ میں ڈالیں گے جس وقت مُنہ کے قریب کرینگے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اُتر کر نیچے لٹک پڑے گی، مُنہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اُتاریں گے پیٹ میں پہنچا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی۔ "وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ" (محمد رکوع ۲) "وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ" (کہف رکوع ۴) (اعاذنا اللہ منہا وسائر المؤمنین)۔

(۳۰) **دوزخ کے سخت احوال** یعنی اُس کا پینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہونگے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے۔ لیکن موت بھی نہیں آئے گی جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہیگا۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ" (نساء رکوع ۸) "ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى" (اعلیٰ رکوع ۱) سچ ہے ؎ اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائینگے مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا

حال اُن لوگوں کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے اُنکے عمل ہیں جیسے وہ راکھ کہ زور کی چلی اُس پر ہوا آندھی کے دن کچھ

يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝ ۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اُن کے ہاتھ میں نہ ہوگا اپنی کمائی میں سے یہی ہے بہک کر دور جا پڑنا ۳۱ تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ۱۹ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ ۲۰ وَ

اور زمین جیسی چاہئے اگر چاہے تم کو لیجائے اور لائے کوئی پیدائش نئی اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں ۳۲ اور

ؔ مخلوق۔

بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ

سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے ف۳۳ پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تو تمہارے تابع تھے سو کیا بچاؤ

مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ

گے ہم کو اللہ کے کسی عذاب سے کچھ[۱] ف۳۴ وہ کہیں گے اگر ہدایت[۲] کرتا ہم کو اللہ تو البتہ ہم تم کو ہدایت[۳] کرتے اب[۴] برابر ہے ہمارے حق میں ہم بیقراری کریں

اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ ٣ع٩ ١٥

یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی ف۳۵ اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا سب کام بیشک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا

الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ

وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ کہ میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا میری

لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۭ اِنِّىْ كَفَرْتُ بِمَآ

بات کو سو الزام نہ دو مجھ کو اور الزام دو اپنے آپ کو نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو میں[۵] منکر ہوں جو تم

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ۭ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٢٢﴾ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے البتہ جو ظالم ہیں انکے لئے ہے عذاب دردناک ف۳۶ اور داخل کئے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کئے تھے نیک

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۭ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ﴿٢٣﴾

باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں[۶] ان میں اپنے رب کے حکم سے ف۳۷ انکی ملاقات ہے وہاں سلام ف۳۸

(۳۱) **کفّار کے اعمال کی مثال** بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مدمیں کئے ہمارے سے خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتیرے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کرایا اور دیا لیا اُس وقت کام نہ آئیگا؟ اس کا جواب اس تمثیل میں دیا۔ یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں، محض فرضی اور وہمی خدا کو پوجتا ہے اُس کے تمام اعمال محض بے روح اور بے وزن ہیں۔ وہ محشر میں اسی طرح اُڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرات اُڑ جاتے ہیں۔ اُس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہونگے۔ حالانکہ وہ ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب و نجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اُس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں ؎ کہ بازار چنداں کہ آگندہ تر۔ تہی دست را دل پراگندہ تر۔

(۳۲) **دوسری زندگی کے دلائل** یعنی شاید کفار کو یہ خیال گذرے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے۔ پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں، اُن کو بتلایا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کامل قدرت و حکمت سے پیدا کئے اُسے تمہارا از سر نو دوبارہ پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان و زمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ "بالحق" میں تنبیہ فرمائی، تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا

۱ سو کچھ دفع کرو گے ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کچھ۔ ۲ راہ پر لانا۔ ۳ راہ پر لاتے۔
۴ سو۔ ۵ مجھ کو قبول نہیں۔ ۶ رہا کریں انہی میں۔

اور اس کی تخلیق و ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہئے جس میں آدم کی پیدائش کا مقصد عظیم اکمل و اتم طریقہ سے آشکارا ہو۔

(۳۳) یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

(۳۴) **آخرت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا سوال** یہ اتباع اپنے متبوعین سے کہیں گے یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی، آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کر دو۔ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدان حشر میں، ابن کثیرؒ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ وَاِذۡ یَتَحَآجُّوۡنَ فِی النَّارِ فَیَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیۡنَ اسۡتَکۡبَرُوۡۤا اِنَّا کُنَّا لَکُمۡ تَبَعًا الآیۃ وغیر ذلک من الآیات۔ واللہ اعلم۔

(۳۵) **اُن کا جواب** یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے۔ لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہ ہی راہ بتا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں، اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ، نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔

(۳۶) **دوزخ میں شیطان کی تقریر** یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اُس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر تا عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس اُن کے سامنے لیکچر دیگا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب و عقاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے۔ میں نے اُس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا ادنیٰ بھی ادنیٰ فکر و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا، بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بُلایا تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی اُدھر ہی اپنی رضاء و رغبت سے چل پڑے اگر میں نے اغواء کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سُنی نہ دعوے کو پرکھا آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغواء بجائے خود رہا۔ لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزائیں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہِ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اُس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اُس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا) بہرحال اپنے جہل و غباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اُس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا "بِمَاۤ اَشۡرَکۡتُمُوۡنِ" میں باء سببیت لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اس سبب سے میں بھی کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گذشتہ آیت میں ضعفاء و مستکبرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی، اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہالیڈر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی۔ چونکہ عوام کا الزام اور اُن کی استدعاء دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اُس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔

(۳۷) بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔

(۳۸) **اہلِ جنت کا حال** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام" دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں "سلام" کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾

تو نے نہ دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ف۳۹ بات ستھری ف۴۰ جیسے ایک درخت ستھرا ف۴۱ اُسکی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے[۱] ہیں آسمان میں ف۴۲

تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے ف۴۳ اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں[۲]

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِۨ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۲۶﴾ يُثَبِّتُ

اور مثال گندی بات کی ف۴۴ جیسے درخت گندا ف۴۵ اکھاڑ لیا[۳] اُس کو زمین کے اُوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ[۴] ف۴۶ مضبوط کرتا ہے

اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ف۴۷ اور بچلا[۵] دیتا ہے اللہ

ع ۱۶ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ

بے انصافوں کو ف۴۸ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے ف۴۹ تو نے نہ دیکھا اُنکو جنہوں نے بدلہ کیا اللہ کے احسان کا ناشکری اور اُتارا اپنی قوم کو تباہی کے

الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۲۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ

گھر میں ف۵۰ جو دوزخ ہے داخل ہونگے اس میں اور وہ برا ٹھکانا ہے اور ٹھہرائے اللہ کے لئے مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو اُس کی راہ سے ف۵۱ تو کہہ

تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾

مزا اڑا لو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف آگ کی ف۵۲

(۳۹) یعنی دیکھئے اور غور کیجئے کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے۔ عقلمند جس قدر اُس میں غور کرے سیکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔

(۴۰) "ستھری بات" میں کلمہ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچ بولنا سب داخل ہے۔

(۴۱) اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت" کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں مندرج ہو سکتے ہیں۔

(۴۲) **کلمہ طیبہ کی مثال** | یعنی اُس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اُکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان سے لگی ہو۔ یعنی شاخیں بہت اُونچی اور زمینی کثافتوں سے دُور ہوں۔

(۴۳) یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے۔ یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اُس پر تازہ پھل لگا کرے۔

(۴۴) **کلمہ کفر کی مثال** | کلمۂ کفر، جھوٹی بات اور ہر ایک کلام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو "کلمہ خبیثہ" میں داخل ہے۔

(۴۵) اکثر نے اس سے حنظل (اندراین) مراد لیا ہے۔ گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔

[۱] شاخیں۔ [۲] سوچیں۔ [۳] پھینکا۔

[۴] جماؤ [۵] راہ بھلا دیتا ہے۔

(۴۶) یعنی جڑ کچھ نہ ہو، ذرا اشارہ سے اکھڑ جائے۔ گویا اُس کے بودے پن اور ناپائداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوئے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے۔ جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اُتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں۔ اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ ..... الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُہٗ (فاطر رکوع ۲) اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور بڑی پائداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعوئے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی۔ ہوا کے ایک جھٹکے میں اکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں۔ لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں۔ تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہے۔ اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا۔ نہ اُس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخرالدین رازی نے صوفیہ کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اطناب سے کام لیا ہے یہاں اس کے نقل کی گنجائش نہیں۔

(۴۷) **مومنین کی قوت کلمۂ توحید میں ہے** یعنی حق تعالیٰ توحید و ایمان کی باتوں سے (جن کی مضبوطی و پائداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی) مومنین کو دنیا و آخرت میں مضبوط و ثابت قدم رکھتا ہے رہی قبر کی منزل جو دنیا و آخرت کے درمیان برزخ ہے اُس کو ادھر یا اُدھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں۔ چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمہ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے دنیا میں کیسی ہی آفات و حوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو قبر میں نکیرین سے سوال و جواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہی کلمۂ توحید اُن کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

(۴۸) بے انصافوں سے مراد یہاں کفار و مشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی بچلے اور اخیر تک بچلتے رہیں گے۔ کبھی حقیقی کامیابی کا رستہ ہاتھ نہ لگے گا۔

(۴۹) یعنی اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے کرتا ہے۔

(۵۰) **کفّار کی ناشکری انکی تباہی ہے** اس سے کفار و مشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اُس وقت عرب کی باگ تھی، یعنی حق تعالیٰ نے اُن پر کیسے احسان کئے، ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اُتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا۔ عرب کی سرداری دی انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہو گئے، اس کی باتوں کو جھٹلایا، اُس کے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرے۔

(۵۱) یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکر گذاری اور اطاعت شعاری میں لگتے۔ یہ تو نہ ہوا، اُلٹے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کئے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے اُن کے لئے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور اُنہیں بہکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسائے رکھیں۔

(۵۲) یعنی بہتر ہے۔ بیوقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اڑا لو، مگر تابکے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اُڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا جیسے طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے "کُلۡ مَا تُرِیۡدُ فَاِنَّ مَصِیۡرَکَ اِلَی الۡمَوۡتِ" جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہیگا۔

قُلۡ لِّعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰہُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً مِّنۡ قَبۡلِ

کہہ دے میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر[۵۳] پہلے اس سے



[۵۳] چھپے اور کھلے۔

اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ

کہ آئے وہ دن جس میں نہ سودا ہے نہ دوستی ف۵۴ اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اُتارا آسمان

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ

سے پانی ف۵۵ پھر اس سے نکالی روزی تمہاری میوے ف۵۶ اور کام میں لگا دیا تمہارے کشتی کو کہ چلے دریا میں اُسکے حکم سے ف۵۷ اور

سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ

کام میں لگا دیا تمہارے ندیوں کو اور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگا دیا تمہارے رات اور دن کو ف۵۸ اور دیا تم کو

مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع ۵ / ۱۷

ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ف۵۹ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ف۶۰ بیشک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر ف۶۱

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾ رَبِّ

اور جس وقت کہا ابراہیم نے ف۶۲ اے رب کر دے اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو ف۶۳ اے رب

اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

انہوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو ف۶۴ سو جس نے پیروی کی میری سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا

رَّحِیْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا

مہربان ہے ف۶۵ اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس اے رب ہمارے تاکہ قائم

الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْىِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں اُن کی طرف اور روزی دے انکو میووں سے شاید وہ شکر کریں ف۶۶

(۵۳) **مومنین کو نصیحت و تنبیہ** کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو اُن کے حقوق وحدود کی رعایت کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں، اُن کے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی اطاعت و شکر گذاری میں مستعدی دکھلانا چاہئے۔

(۵۴) **یوم حساب کوئی کسی کے کام نہیں آئیگا** یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اُس دن کام آئیں گی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لا سکو گے نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بناء پر نجات کی ذمہ داری کر لے (ربط) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم دیکر شکر گذاری کی طرف اُبھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الٰہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا انہیں سن کر مومنین کو شکر گذاری کی

۱؎ خرید و فروخت۔ ۲؎ کام میں دیں تمہارے کشتیاں کہ چلیں۔ ۳؎ دیں۔ ۴؎ ندیاں۔
۵؎ گمراہی میں ڈالا۔ ۶؎ جو کوئی میرے رستہ پر چلا۔ ۷؎ حرمت والے ۸؎ جھکتے رہیں۔

مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے، ممکن ہے انہیں سن کر کوئی عاقل منصف شرکیات سے باز آ جائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اُس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔

(۵۵) **اللہ تعالیٰ کے انعامات** یعنی آسمان کی طرف سے پانی اُتارا، یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیا کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت اُنہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اُس کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے۔

(۵۶) یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشو و نما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اُسی کے ذریعہ سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

(۵۷) **تسخیر بحر و انہار** یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو، یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھپیڑوں میں ذرا سی ڈونگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں۔

(۵۸) **تسخیر شمس و قمر** یعنی ندیوں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچنا گو کشتی کی طرح تمہارے کہنے میں نہیں، تاہم تمہارے کام میں وہ بھی لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین نظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں، نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یا رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں۔ یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو اُن کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے ان کے اثرات سے بیشمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تم سوتے ہو، وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم چین سے بیٹھے ہو، وہ تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔

(۵۹) یعنی جو چیزیں تم نے زبان قال یا حال سے طلب کیں، اُن میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔

(۶۰) **اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں** یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازی نے نعمائے الٰہیہ کا بے شمار ہونا، اور علامہ ابو السعود نے اُن کا غیر متناہی ہونا فذلبسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے اُن کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔

(۶۱) یعنی جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں، جو اتنے بیشمار احسانات دیکھ کر بھی منعم حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔

(۶۲) **حضرت ابراہیمؑ کی اس دعاء کو یاد کرو** رؤسائے قریش جن کی ناشکر گذاری اور شرک و کفر کا بیان اُوپر اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ الخ میں ہوا تھا، انہیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، اُن ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر (مکہ) آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیے۔ وہ دنیا سے یہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اُن کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے، اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہیے کہ کہاں تک اُن کی وصایا کا پاس کیا یا اُن کی دعاء سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذار ہوئے

(۶۳) یعنی مکہ کو "حرم آمن" بنادے۔ (چنانچہ خدا نے بنا دیا) نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دور رکھ۔ غالباً یہاں "اولاد" سے خاص صلبی اولاد مراد ہے۔ سو آپ کی صلبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذریت مراد ہو تو کہا جائیگا کہ دعاء بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم پیغمبر تھے۔

**دُعاء کا ایک خاص ادب** مگر یہ دعاء کا ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لئے دعاء کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے منقول ہوں، اُن میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود اُن کی پیدا کی ہوئی نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و صیانت سے ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ اُسی کی طرف التجاء کرتے ہیں جو اُن کی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔ (تنبیہ) حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں سورۂ بقرہ میں اوّل پارہ کے ختم پر جس دعاء کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسمٰعیل کی معیت میں ہوئی۔ یہ دعائیں اس کے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں۔

(۶۴) یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں۔

(۶۵) یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے۔ جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اُس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں۔ آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے۔ یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اُسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں گے گو آپ کی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔ (تنبیہ) سورہ مائدہ کے آخر میں ہم نے حضرت خلیل عؑ کے اس قول اور مسیح علیہ السلام کے مقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

(۶۶) **چٹیل وادی میں حضرت اسمٰعیل عؑ کو چھوڑنا** یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کو۔ کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحٰق وغیرہ "شام" میں تھے خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسمٰعیل عؑ کو بحالت شیر خوارگی اور اُن کی والدہ ہاجرہ کو یہاں چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بعدہٗ قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل عؑ کی تشنگی اور ہاجرہ کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں "زمزم" کا چشمہ جاری کر دیا۔ جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اُتر پڑے اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے اسمٰعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ میں اُن کی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہو گئی۔ حضرت ابراہیم گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لئے دعاء فرماتے، کہ خداوندا! میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تا یہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل اِدھر متوجہ کر دے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے، نیز اُن کی روزی اور دلجمعی کے لئے غیب سے ایسا سامان فرما دے کہ غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں اُن سے گذر کر، عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہو جائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گذاری میں لگے رہیں۔

**حضرت ابراہیم عؑ کی دُعاؤں کی قبولیت** حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں۔ آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمردار درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعاء میں "اَفۡئِدَةً مِّنَ النَّاسِ" (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا ورنہ سارا جہان ٹوٹ پڑتا۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعۡلَمُ مَا نُخۡفِىۡ وَمَا نُعۡلِنُ ؕ وَمَا يَخۡفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنۡ شَىۡءٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِى

اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز زمین میں نہ آسمان

لہ کھول کر۔

السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

میں ف ۶۷ شکر ہے اللہ کا جس نے بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بیشک میرا رب سنتا ہے دعا کو ف ۶۸

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ

اے رب میرے کر مجھ کو کہ قائم رکھوں نماز اور میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ف ۶۹ اور قبول کر میری دعا ف ۷۰ اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور

لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ لِیَوْمٍ ع ۶ / ۱۸

سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ف ۷۱ اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بیخبر ہے اُن کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ف ۷۲ اُن کو تو ڈھیل دے رکھی ہے اُس دن

تَشْخَصُ فِیْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُوْسِهِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ؕ ﴿۴۳﴾

کے لئے کہ پتھرا جائیں گی [۱] آنکھیں ف ۷۳ دوڑتے ہونگے اوپر اٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف اُن کی آنکھیں [۲] اور دل اُن کے اُڑ گئے ہونگے ف ۷۴

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ

اور ڈرا دے لوگوں کو اُس دن سے کہ آئیگا اُن پر عذاب ف ۷۵ تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک کہ

نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَّ سَكَنْتُمْ

ہم قبول کرلیں تیرے بلانے کو اور پیروی کریں رسولوں کی ف ۷۶ کیا تم پہلے قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو نہیں دنیا سے ٹلنا [۳] ف اور آباد تھے تم

فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾

بستیوں میں اُنہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے اُن سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصے ف ۷۸

(۶۷) یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔ پھر ہمارا ظاہر و باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے یہ جو فرمایا "جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر" اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، لیکن تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ الفاظ عام ہیں جو سب کھلی چھپی چیزوں کو شامل ہیں، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ ظاہر میں دعاء کی سب اولاد کے واسطے اور دل میں دعاء منظور تھی پیغمبر آخر الزماں کی۔

(۶۸) یعنی بڑھاپے میں اسحٰق سارہ کے اور اسمٰعیلؑ ہاجرہ کے بطن سے غیر متوقع طور پر عنایت کئے۔ جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعا "رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ" سنی، یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔

(۶۹) یعنی میری ذریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔

(۷۰) یعنی میری سب دعائیں قبول فرمائیے۔

(۷۱) **حضرت ابراہیم کی اپنے والدین کیلئے دعاء کی توجیہہ** یہ دعاء غالباً اپنے والد کے حالتِ کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ اُسے اسلام کی ہدایت کر کے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنا دے۔ اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعاء کی ہے تو شاید اس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ کافر کی مغفرت نہیں ہوگی۔ عقلاً کافر کی مغفرت محال نہیں، سمعاً ممتنع ہے، سو اُس کا علم سمع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان عقلی معتبر رہیگا۔ بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو جو کافر

[۱] چھوڑ رکھا ہے۔ [۲] کھلی رہجائینگی۔

[۳] کچھ زوال۔

کہا گیا ہے وہ اُن کے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے۔ واللہ اعلم۔

(٧٢) ایک رکوع پہلے بہت سے نعمائے عظیمہ کا ذکر کر کے فرمایا تھا "اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ" (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گذار ہے) بعدہٗ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ سنا کر کفار مکہ کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں۔ اور اُن کے ظلم و شرک کی طرف اشارہ کیا۔

**کفار کے اعمال سے اللہ غافل نہیں ہے** اس رکوع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو کہ خدا اُن کی حرکات سے بے خبر ہے، یاد رکھو اُن کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کر دے وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائم سے باز آجائے یا ارتکاب جرائم میں اُس حد پر پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اُس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے۔ (تنبیہ) "لَا تَحْسَبَنَّ" کا خطاب ہر اُس شخص کو ہے جسے ایسا خیال گذر سکتا ہو، اور اگر حضورؐ کو خطاب ہے تو آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہوگا۔ کہ جب حضورؐ کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو۔ حالانکہ ایسا خیال آپ کے قریب بھی نہ آسکتا تھا۔ تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاحتراز ہونا چاہئے۔

(٧٣) یعنی قیامت کے دن ہَول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

(٧٤) **محشر میں ظالموں کی حالت** یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اُوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے ہوئے چلے آئیں گے۔ جدھر نظر اٹھ گئی اُدھر سے ہٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہونگے ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل و فہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور فرط دہشت و خوف سے اُڑے جا رہے ہونگے۔ غرض ظالموں کے لئے وہ سخت حسرتناک وقت ہوگا۔ رہے مؤمنین قانتین، سو اُنکے حق میں دوسری جگہ آچکا ہے "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ" (الانبیاء رکوع ٧)

(٧٥) یا تو قیامت کا دن اور عذاب اُخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اُس کے سکرات و قبض رُوح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن ارادہ کیا جائے۔

(٧٦) **کفار کا مہلت مانگنا** اگر یہ کہنا دُنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہو تب تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجئے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے۔ کما قال تعالٰی "حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا" (المؤمنون رکوع ٦) اور اگر اُن کا یہ مقولہ قیامت کے دن ہوگا تب مہلت طلب کرنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہم کو دوبارہ تھوڑی مدت کے لئے دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھلاتے ہیں، کما قال تعالٰی "وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا" (السجدہ رکوع ٢)

(٧٧) یعنی تم وہ ہی تو ہو جن میں کے بعض مغرور و بے باک زبان قال سے اکثر زبانِ حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں۔ نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (نحل رکوع ٥) یہ اُن کے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائیگا۔

(٧٨) **کفار کو تنبیہ** یعنی تمہارے پچھلے اُن ہی بستیوں میں یا اُن کے آس پاس آباد ہوئے، جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور اُن ہی کی عادت و اطوار اختیار کیں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے اُن پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے اُمم ماضیہ کے یہ قصّے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی اُن کو آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی اُسی سرکشی، عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (القمر۔ رکوع ١)



وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۚ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿٤٦﴾ فَلَا

اور یہ بنا چکے ہیں اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے اُن کا داؤ ف۷۹ اور نہ ہوگا اُن کا داؤ کہ ٹل جائیں اُس سے پہاڑ ف۸۰ سو

تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ

خیال مت کر کہ اللہ خلاف کریگا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ف۸۱ بیشک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ف۸۲ جس دن بدلی جائے اس زمین سے اور

الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ۖ وَبَرَزُوا لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿٤٨﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُقَرَّنِينَ

زمین اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ف۸۳ اور دیکھے تو گنہگاروں کو اس دن باہم جکڑے ہوئے

فِي الْأَصْفَادِ ﴿٤٩﴾ سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ﴿٥٠﴾ لِيَجْزِيَ اللَّهُ كُلَّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

زنجیروں میں ف۸۴ کرتے اُن کے ہیں گندھک کے ف۸۵ اور ڈھانکے لیتی ہو اُنکے منہ کو آگ ف۸۶ تاکہ بدلا دے اللہ ہر ایک جی کو اُس کی کمائی کا

إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿٥١﴾ هَٰذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ

بیشک اللہ جلد کرنیوالا ہے حساب ف۸۷ یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ معبود وہی ہے

وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٥٢﴾

ایک ہے اور تاکہ سوچ لیں عقل والے ف۸۸

(۷۹) **کفار کے داؤ پیچ** یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اُٹھا نہیں رکھی۔ اُن کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں۔ وہ ہی اُن کا بدلہ دینے والا ہے۔

(۸۰) یعنی انہوں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے۔ مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ اُن کی مکاریاں سے پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے ٹلا دیں۔ یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں، اُن کی مکاریوں سے ڈگمگا جائیں؟ حاشا و کلا۔ اِس تفسیر کے موافق "وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ الخ" میں "اِنْ" نافیہ ہوگا۔ اور آیت کا مضمون "وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا" (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے اِنْ شرطیہ اور "واؤ" وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے اگرچہ ان کے داؤ فی حد ذاتہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا ڈالیں۔

(۸۱) یعنی وہ وعدہ جو "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا" اور "كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ" وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

(۸۲) نہ مجرم اُس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیئے بدون چھوڑ سکتا ہے۔

(۸۳) **قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی** قیامت کو یہ زمین و آسمان بہیأت موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو ان کی ذوات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل و تغیر کی نوبت آئیگی واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب "وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا الخ" کے تحت میں گذر چکا ہے۔

(۸۴) یعنی ایک ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے کما قال تعالیٰ "اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ"

(صافات رکوع ۲) وقال تعالیٰ ﴿وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ﴾ (تکویر رکوع ۱)

(۸۵) دوزخیوں کے کرتے جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے۔ پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجئے۔

(۸۶) چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضاء میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اُس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ جیسے دوسری جگہ ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ﴾ میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

(۸۷) سریع الحساب کے معنیٰ یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اسے دور مت سمجھو کما قال تعالیٰ ﴿اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ﴾ (الانبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی، تمام اوّلین و آخرین، جن و انس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔ ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾ (لقمٰن رکوع ۳)

(۸۸) یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اُس کی آیات میں غور کریں جس سے اُس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام لے کر نصیحت پر کاربند ہوں۔

تم سورۃ ابراھیم علیہ السلام وللہ الحمد والمنۃ

# سُوْرَةُ الْحِجْرِ

| | | |
|---|---|---|
| سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۹۹ رُكُوْعَاتُهَا ۶ |
| سورہ حجر مکہ میں نازل ہوئی اس میں | شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے | ننانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں |

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

یہ آیتیں ہیں کتاب کی ف۱ اور واضح قرآن کی ف۲

(۱) یعنی یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب "الکتاب" کہلانے کی مستحق نہیں۔

(۲) اور اُس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

